موقعہ پر وہاں نہانے کے لیے جاتے ہیں۔ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ داس گنا کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ پریاگ دھام جائے چونکہ شرڈی سے منزل دُور تھی۔اس لیے داس گنا بابا سے اجازت لینے کے لیے گیا۔ بابا نے پوچھا۔"کیا یہ ضروری ہے کہ تم پریاگ جاؤ۔ میرا یقین کرو ہمارا پریاگ شرڈی میں ہی ہے" سائی بابا عجیب وغریب ہستی تھے۔چنانچہ انھوں نے اپنا کرشمہ دکھایا۔داس گنا نے جیسے ہی بابا کے پیروں میں اپنا سر رکھا تو بابا کے پیروں کے انگوٹھوں سے جمنا کی دھارائیں بہنے لگیں۔جب داس گنا یہ دیکھ رہا تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پر وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سمایا۔وہ بابا کے گیت گا کر جیسے ہی بے ہوش ہو گیا بابا کی کرامات کو دیکھ کر اس نے کہا سب ترتھوں کا ترتھ بابا کے چرنوں میں ہی ہے۔

ہندوستان میں قدیم وید شاستروں اور اپنشدوں میں ایشور مطلق کے لیے برہم (Brahm) لفظ کا استعمال ہوا ہے۔اس سے ملتا جلتا ایک اور لفظ ہے برہما (Brahma) برہما خدا کے تین مستقل ظہوروں میں سے ایک ہے۔اس سوانح حیات میں اکثر برہم کا ذکر آیا ہے۔ برہم کو ہمیشہ برہما سے مختلف سمجھنا چاہیئے۔

یہاں بابا مشہور دوارکا مائی مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ لوگ بابا کے بھجن، کیرتن اور ان کے گنوں کو گانے میں مست نظر آتے ہیں۔ بابا ان لوگوں کو بے انتہا الوہی علم دینے کے بعد گناہوں سے راحت دلاتے ہیں۔

سائی بابا گانے بجانے کا بہت شوق رکھتے تھے اور ہر وقت کہتے تھے کہ اللہ مالک ہے۔اس طرح باقی بھگت بھی اُن کے ساتھ گانے میں مست رہتے تھے۔ بھگوان کا نام سُمرن دن رات بابا کے دربار میں ہوتا تھا، جس کو "نام سپتاہ(Namasaptah) کہتے ہیں۔ایک دن بابا نے شری داس گنا مہاراج کو کہا کہ وہ بھی سات دن لگاتار نام سپتاہ پر عمل کرے۔ شری داس گنا نے جواب دیا میں سات دن ایسا ہی کروں گا آپ ساتویں دِن بشر طیکہ مجھے بھگوان وِٹھل کے درشن کرائیں گے۔سائی بابا نے اپنا ہاتھ داس گنا کے سر پر رکھا اور کہا" اُن کا درشن آپ کو ضرور ملے گا۔ بشرطیکہ تم بھگوان وِٹھل کا دھیان بڑے شوق اور بھگتی سے کرو گے۔ کرشن شرڈی میں ہی ہیں۔ دوارکا یا اور کسی جگہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔وِٹھل شرڈی میں ہی آئیں گے۔"

جب نام سپتاہ ختم ہوا تو بابا کا ایک بھگت کا کا صاحب دیکشت اور "داس گنا" اپنی سادھنا میں بیٹھے تھے۔ان دونوں نے بھگوان وِٹھل کا آکار عیاں دیکھا۔جب یہ لوگ بابا کے درشن کے لیے دوپہر کو گئے تو بابا نے ان سے کہا۔

"کیا وِٹھل کے درشن ہو گئے وہ ہمیشہ گھومتے پھرتے رہتے ہیں انھیں پکڑ کے رکھنا کہیں بھاگ نہ جائیں"اس طرح بابا نے اُن کو وٹھل کا رُوپ دکھایا۔ دونوں خوش ہو کر بابا کے قدموں میں گر پڑے۔

داس گُنا کی پریاگ دھام یاترا

آپ نے دیکھا ہو گا کہ باغبان پھلدار درختوں کے مقابلے میں پھل نہ دینے والے درختوں کی طرف توجہ نہیں دیتا ہے جو درخت پھل لا رہے ہیں وہ درحقیقت باغبان کی امداد کر رہے ہیں۔ اسی طرح داس گُنا کی خواہش تھی کہ پریاگ دھام جا کر اشنان کرے یہ وہ جگہ ہے جہاں گنگا اور جمنا کا ملاپ ہوتا ہے۔ لاکھوں لوگ کسی کسی

میں نکالا جاتا ہے۔اس کے دوران چندن کا پیسٹ، دھوپ اور قسم قسم کے میوہ جات تھالی میں رکھ کر بینڈ باجے کے ساتھ گاؤں میں جلوس کی صورت میں اب بھی نکالے جاتے ہیں اور "دوار کامائی" مسجد کی دیواروں پر اُن کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ یہ کام ابتدائی تین برسوں تک امیر شکر علی خود کرتا رہا اور اس کے بعد اس کی بیوی۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

محی الدین تمبولی اور بابا میں کُشتی

عام طور پر ہر کوئی مالک بننا چاہتا ہے۔ کئی دفعہ بندہ مالک بن جاتا ہے۔ مہابھارت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ارجن رتھ پر بیٹھا ہے اور بھگوان کرشن اس کے رتھ بان ہیں۔ شرڈی کے ایک پہلوان جس کا نام محی الدین تمبولی تھا جس کو اپنی پہلوانی پر بڑا ناز تھا۔ اس کے اور بابا کے درمیان ہمیشہ کچھ اختلافات رہتے تھے۔ ایک دن بابا اور اُس کے درمیان کُشتی ہوئی جس میں بابا ہار گئے۔ بابا اس لیے نہیں ہارے کہ وہ کمزور تھے بلکہ اس لیے کہ وہ محی الدین تمبولی کو عمل کرنے پر اکسانا چاہتے تھے تاکہ وہ بالاترین منزل تک پہنچ جائے اسی دن سے بابا نے اپنی طرزِ زندگی بدل دی یعنی اُسی دن سے انھوں نے کفنی پہننے کے ساتھ ہی ساتھ کمر میں لنگوٹی بھی باندھ لی اور سر پر بھی ایک پھٹا پرانا کپڑا باندھ لیا۔ اپنا لباس اور بیٹھنے کی گدی کو بوری کے ٹاٹ میں تبدیل کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ عیش و عشرت کے مقابلے میں غریبی میں لطافت ہے۔

بھگوان وِٹھل کیسے نظر آئے

یہ دُنیا ہمارا اصلی گھر نہیں ہے۔ یہ ایک میدانِ عمل (کرم بھومی) ہے۔ ہم اپنے اعمال کا لین دین بے باک کرنے کے لیے یہاں آتے ہیں، جو کچھ بھی آنکھوں سے نظر آرہا ہے وہ سب کچھ عارضی اور فانی ہے۔ آخری وقت دُنیا کی کوئی چیز کسی کے ساتھ نہیں جاتی۔ ساتھ جانے والی دو چیزیں ہیں۔ سائی کا نام اور اُن کا درشن۔

طرف مسلمان شامل ہوئے اور دُوسری طرف رام نومی کی وجہ سے ہندو اور مسلمانوں کے ایک ساتھ جلوس میں شامل ہونے سے بابا کی خواہش پوری ہوگئی۔ اس تہوار سے آپسی پیار کی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی روایت کو تقویت ملی۔ عُرس منانے کی اجازت تو مل گئی۔ لیکن دوسری دقتیں پیدا ہو گئیں۔ شرڈی چونکہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس لیے وہاں پانی کی سخت کمی تھی۔ صرف دو کنویں تھے جس میں سے صرف ایک ہی کنواں استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ جلد ہی خشک ہو گیا۔ دوسرے کا پانی نمکین تھا۔ کھارے پانی کو پھول ڈال کے بابا نے میٹھا کر دیا۔ پھر اس کنویں کا پانی ناکافی تھا اس لیے تاتیا پاٹل نے خاصی دُوری پر واقع ایک کنویں سے چمڑے کے تھیلوں سے پانی نکلوا کر وہاں سے پانی لانا شروع کیا۔ اسی دوران گاؤں میں چھوٹی چھوٹی دُکانیں بھی بنائی گئیں ۔ کشتی کے پروگرام بھی بنائے گئے۔ گوپال راؤ گونڈ کا ایک دوست احمد نگر کا رہنے والا تھا جس کا نام داموانا کاسر (Damu Anna Kasar) تھا۔ اس کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ تھی حالانکہ اس نے دو شادیاں کی تھیں۔ اس کے ہاں بھی بابا کی وجہ سے لڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ گونڈ نے اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ عرس کے جلوس کے لیے ایک سادہ جھنڈا فراہم کرے۔ انھوں نے ایک دوسرے شخص نانا صاحب کو ایک اور کشیدہ کاری سے مزین جھنڈا فراہم کرنے کے لیے تیار کر لیا یہ دونوں جھنڈے جلوس کی شکل میں لے کر "دوارکا مائی" نامی مسجد کے دونوں کناروں پر لگا دیئے گئے۔ یہ روایت وہاں اب بھی جاری ہے۔

سندل جلوس

اس تہوار یا میلے کے دوران ایک اور جلوس شروع کیا گیا۔ اس سندل جلوس کا تصور امیر شکر علی دلال نامی ایک مسلمان بھگت کا تھا جلوس اسی مسلمان اولیاء کے احترام

ہمارا شعور پاک ہے تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ ہماری اگلی زندگی مادی نہیں، روحانی ہو گی اور اگر موت کے وقت ہمیں گورو کا دھیان ہو تو پھر اس جسم کو چھوڑنے کے بعد ہمیں دُوسرے مادی جسم میں نہیں جانا ہو گا۔

گورو یعنی سائی بابا کا ہاتھ جس پر ہو گا اس کے پچھلے جنم کے سارے گناہ دُھل جائیں گے۔ اس لیے جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اپنے گورو کا دھیان کرو کیوں کہ اُس کی کرپا سے ہی ہر کام میں کامیابی ہوتی ہے۔

رام نومی کے تہوار کا قصہ

گوپال راو گنڈ نامی ایک شخص کوپر گاؤں کا سرکل انسپکٹر تھا۔ وہ بابا کا بھگت تھا۔ اُس کی تین بیویاں تھیں لیکن بچہ کوئی نہیں تھا۔ بابا بھگت ہونے کے ناتے اور بابا کے آشیرواد سے اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس انتہائی خوشی کی وجہ سے گوپال راؤ کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ وہ شرڈی میں ایک عرس منائے۔ یہ 1897ء کی بات ہے۔ یہ خیال اُس نے بابا کے نزدیکی بھگتوں کو بتایا اور مشورہ کیا جس میں تاتیہ پاٹل اور مادھو راؤ دیش پانڈے شامل تھے۔ ان سب نے اس کی تائید کی۔ چنانچہ انھوں نے پہلے بابا کی منظوری حاصل کی اور پھر کلکٹر صاحب کی منظوری کے لیے درخواست دی لیکن گاؤں کے نمبر دار نے چونکہ عُرس منانے کے خلاف رپورٹ دی تھی اس لیے منظوری نہ ملی۔ بابا نے چونکہ منظوری دے دی تھی اس لیے انھوں نے کلکٹر کی منظوری حاصل کرنے کے لیے پھر کوشش کی۔ بالآخر وہ منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب یہ سوال اُٹھا کہ عرس کس دن منایا جائے۔ بابا کے کہنے کے مطابق رام نومی کا دن مقرر کیا گیا کیوں کہ بابا کا مقصد یہ تھا کہ دو فرقے کے لوگوں کو ایک ساتھ تہوار منانے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کیا اس طرح عُرس میں ایک

مدد سے رہتا گاؤں میں دیر بھدر مندر کے پاس عید گاہ بنوائی۔ اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ جوہر علی رہتا گاؤں چھوڑ کر بابا کے پاس شرڈی کی ایک مسجد میں رہنے لگا۔ کچھ دیر شرڈی میں رہ کر جوہر علی نے بابا سے التجا کی کہ وہ اُس کے ساتھ رہتا گاؤں آئیں اور وہاں اس کے ساتھ رہیں۔ بابا نے ان کی درخواست قبول کرلی اور وہ دونوں چیلا اور بابا رہتا گاؤں چلے آئے۔ لیکن بابا کا دل ودماغ شرڈی گاؤں کی اور ہی لگا رہتا۔ جوہر علی کی دلی خواہش تھی کہ بابا رہتا گاؤں میں ہی مقیم رہیں جب کہ بابا کہ چاہنے والے لوگ اور شرڈی کے باشندے چاہتے تھے کہ بابا شرڈی میں رہیں، ایک دن ایک بڑا ہجوم رہتا گاؤں گیا اور وہاں سے بابا کو بڑی شان سے شرڈی گاؤں لے آیا۔ بابا اور جوہر علی کے درمیان کچھ بحث مباحثہ ہوا لیکن بالآخر جوہر علی کو بابا کا حکم ماننا پڑا۔ بابا نے جوہر علی کو حکم دیا کہ وہ بیجاپور چلا جائے اور کچھ عرصہ کے بعد شرڈی تشریف لائے۔ بابا جوہر علی کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس طرح گورو اور چیلے کے ایک دوسرے کی بات ماننے سے لوگوں میں جو رنجش یا گلے شکوے تھے وہ دور ہو گئے۔

گورو کے ہاتھ کے لمس کا اثر

مادی زندگی میں ہم ہر قدم پر اپنی خواہشات کی تسکین کی امید باندھتے ہیں حالانکہ ہمیں کچھ بھی پتہ نہیں کہ سچی خوشی کیا ہوتی ہے اور اُسے پانے کے لیے کن شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ حقیقی مسرت سے لطف اندوز ہونے کے لیے انسان کو سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ وہ اپنے گورو کو تسلیم کرے۔ گورو کے ملاپ سے ہی ہم اس مادی جسم کے ختم ہونے پر مادی آلودگی سے نجات حاصل کر کے ابدی روحانی زندگی سے ہم کنار ہو سکیں گے۔

اس جسم کے فنا ہونے پر شعور فنا نہیں ہوتا۔ گورو کی کرپا سے اگر موت کے وقت

پانی کس طرح تیل بن گیا

جس کا عمل بے غرض ہو اُس کی جزا کچھ اور ہے۔ کون ہے۔ وہ جس کا دل اتنا وسیع ہو۔ جن کو سائی بابا کا بلند رتبہ نظر نہیں آیا، انھوں نے بابا کو تیل دینے سے انکار کیا۔

سائی بابا تیل کے دیپ جلانے کے بڑے شوقین تھے۔ وہ قریبی دُکانداروں سے تیل مانگ کر مسجد اور مندر میں چراغاں کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ہر روز جاری رہتا تھا۔ ایک دن گاؤں کے بنیوں نے فیصلہ کیا کہ بابا کو تیل دینے سے انکار کریں گے۔ جب معمول کے مطابق بابا دکاندارں سے تیل مانگنے کے لیے گئے اور اپنے بھگتوں کو بھی بھیجا تو دکانداروں نے تیل دینے سے انکار کر دیا بابا کے بھگتوں نے جب آکر یہ اطلاع دی کہ دکانداروں نے تیل دینے سے انکار کر دیا ہے تو اس سے بابا کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا انھوں نے خالی دیپ بغیر تیل کے ''دُوارکا'' مسجد میں سجا دیئے۔ یہ دیکھ کر شرڈی کے تمام دکانداروں نے سوچا کیا بابا اب تیل کے بغیر ہی دوارکا مائی مسجد میں دیئے جلائیں گے۔

سائی بابا یوگی تپسیوں سے شریشٹھ تھے۔ انھوں نے اپنی حیرت انگیز کرشماتی طاقت سے اُن تمام چراغوں میں پانی ڈالا اور انھیں جلا دیا۔ تمام چراغ جلنے لگے اور ساری رات جلتے رہے بنیوں کو اپنی حرکت پر بہت افسوس ہوا اور انھوں نے بابا سے آکر معافی مانگی اور بابا نے انہیں معاف کر دیا۔

بابا اور جوہر علی کا ملاپ

فقیر ''جوہر علی'' احمد نگر کا رہنے والا تھا۔ وہ رہتا گاؤں جو شرڈی سے تین کلو میٹر کی دُوری پر واقع ہے اپنے چیلوں کے ساتھ رہنے لگا۔ انھوں نے اپنا قیام ویربھدر مندر کے پاس کیا۔ یہ فقیر صرف خُدا دوست ہی نہیں بلکہ قرآن شریف کی قرأت اور تلاوت کا بھی ماہر تھا۔ ہر طبقے کے لوگ اُس کا احترام کرتے تھے۔ انھوں نے لوگوں کی

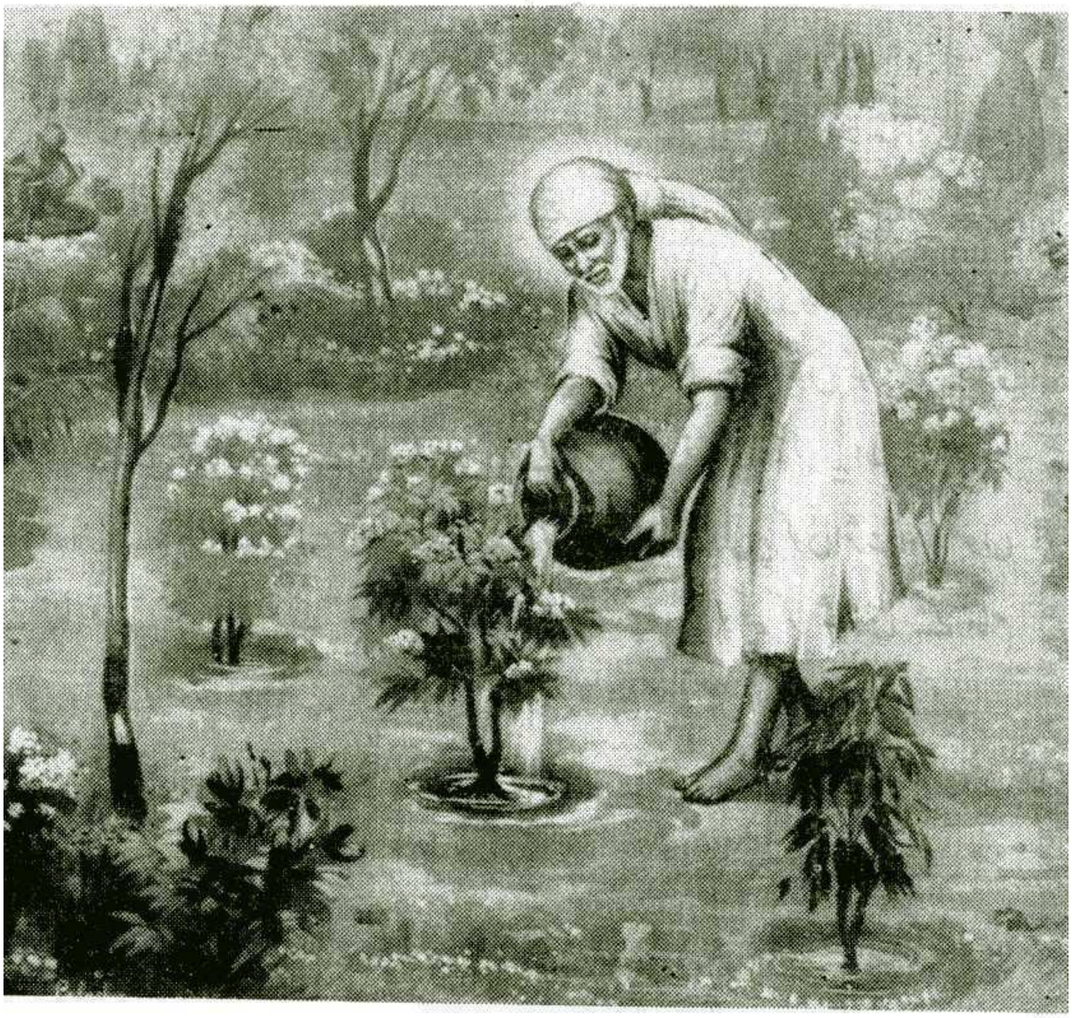

بابالینڈی باغ میں پودوں کو پانی دیتے ہوئے۔

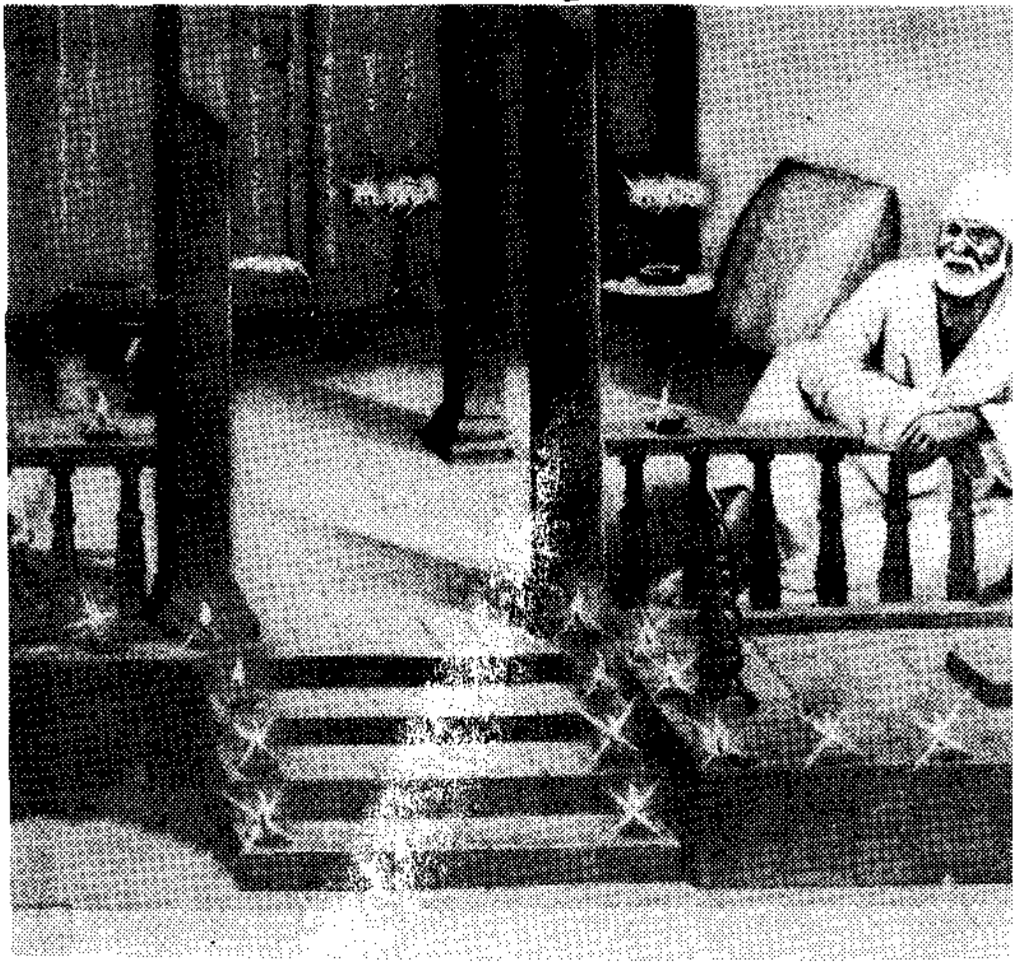

دوار کا مسجد میں پانی کس طرح تیل بن گیا۔

اور مہاتما جس کا نام ''آنند ناتھ '' تھا اور یوالہ کا رہنے والا تھا، بابا کو دیکھتے ہوئے کہہ اٹھا کہ یہ شرڈی میں ایک انمول ہیرا ہے۔ یہ بظاہر ایک آدمی نظر آتا ہے پر یہ انمول ہیرا ہے جس کا اندازہ جلد ہی لوگوں کو ہو جائے گا۔ یہ پیشن گوئی کر کے وہ سنت اپنے مٹھ کو چلا گیا یہ اُس وقت کی بات ہے جب بابا ابھی چھوٹے تھے۔

باباکا لباس اور روزمرہ کی مصروفیات

بہار کے موسم میں محنت کر کے جو کاشت کریں گے وہ سرما کے دن آرام سے گزاریں گے۔ جو لوگ سائی بابا کو یاد نہ کریں گے وہ دُنیا میں آکر بھی خسارے میں ہی رہیں گے۔

چھوٹی عمر کے دوران بابا اپنے بال نہ بنواتے تھے۔ وہ سر پر رومال باندھ لیا کرتے تھے۔ بدن پر کھیل کود والا لباس پہنے رہتے۔ شرڈی سے تین میل کی دوری پر ایک گاؤں رہتا ہے۔ بابا وہاں سے پودے لا کر اُنھیں گوروستھان اور اس کے آس پاس لگاتے۔ ایک بھگت جس کا نام ''وامن تاتیہ '' تھا ہر روز دو عدد مٹی کے مٹکلے بابا کو لا دیا کرتا۔ اُن سے بابا ہر روز تمام پودوں کو پانی دیتے تھے۔ وہ خود کنویں سے پانی بھر کر لاتے اور پودوں کو دیتے۔ شام کو مٹی کے دو مٹکے بابا گوروستھان میں نیم کے درخت کے پاس رکھ دیتے اور سویرے یہ دونوں مٹکے ٹوٹے ہوئے ملتے۔ وامن تاتیا دُوسرے دن نئے مٹکے لا دیتا۔ یہ سلسلہ تین سال تک چلتا رہا۔ بابا کی محنت سے وہاں پھولوں کا ایک باغ اُبھر آیا جس کو لینڈی باغ کہتے ہیں۔ اس جگہ پر آج بابا کے سادھی مندر کی عالی شان عمارت کھڑی ہے۔ جہاں آج لاکھوں زائرین اور بھگت آتے جاتے ہیں۔

طرح خاموش رہتا۔ وہ اگرچہ ایک جگہ پر رہتے تھے لیکن انھیں ساری دُنیا کی خبر رہتی تھی۔ وہ بہت ہی شریف النفس، مُنکسر المزاج اور انا سے عاری تھے۔ شرڈی کے گھاس کے تنکے اور پتھر خوش نصیب ہیں کہ انھیں بابا کے قدموں کو چومنے اور اُن کی دُھول کو اپنے سروں پر ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سائی بابا کا دُوسرے سنتوں سے ملاپ

سائی بابا کا راستہ پیار اور عقیدت کا راستہ تھا۔ سو سو برس عبادت کرنے سے نفس ایسا پاک نہیں ہوتا جیسا مُرشد کے دیدار کی خواہش سے پاک ہوتا ہے۔ عبادت نفس کو اتنا صاف نہیں کرتی، جتنا مُرشد کا سچا پیار اور اس کے دیدار کی سچی تڑپ کرتی ہے۔ اصل میں مُرشد ہی مالک ہے۔ سائی بابا سنتوں کی ایسی عزت افزائی کرتے تھے جیسے ایک بھگت اپنے گُورو کی کرتا ہے۔

سائی بابا شروع میں شرڈی کی ویران مسجد میں آکر ٹھہرے جو رہائش کے قابل نہیں تھی۔ ایک ست پرش جس کا نام "دیوی داس" تھا سائی بابا کی آمد سے پہلے شرڈی گاؤں میں رہتا تھا۔ بابا اُن کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے۔ چاوڑی میں ایک مارُوتی مندر ہے۔ وہ سنت اُسی مندر میں رہتا تھا۔ بابا کچھ وقت اُس کے ساتھ وہاں رہے اور کچھ وقت تنہا بھی۔ اسی دوران ایک اور مہاپُرش جس کا نام "جانکی داس" تھا وہاں آیا۔ بابا اپنا اکثر وقت اسی مہاپُرش کے ساتھ گزارتے تھے کبھی بابا ان کے پاس چلے جاتے اور کبھی وہ بابا کے پاس آجاتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور مہاپرش "گنگا گیری" بھی اکثر شرڈی گاؤں آتا تھا۔ جب پہلی بار اُنھوں نے بابا کو دیکھا تو بابا اُس وقت پانی کے دو مٹکے لے کر پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ "گنگا گیری" کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ شرڈی کی زمین بڑی خوش قسمت ہے جہاں بابا جیسے ہیرے نے اپنے قدم جمائے ہیں۔ ایک

"نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور اُن سے محبت رکھو۔ نیک لوگوں کی صحبت دل کو نُورانی اور بُروں کی صحبت دل کو سیاہ بناتی ہے جس کسی نے نفس کو قابو کر لیا۔ وہی کامیابی کی معراج پاسکا۔

یہ بات سچ ہے کہ شرڈی گاؤں کہ شہرت سائی بابا کی وجہ سے ہوئی۔ سنت یا ولی اس دُنیا میں قوموں، مذہبوں اور مُلکوں کے درمیان جھگڑے کرانے کے لیے نہیں آتے اور نہ ہی فقیر لوگوں کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور تلواریں یا بندوق دینے کے لیے آتے ہیں۔ وہ تو صرف رُوحانی راستہ دکھانے کے لیے آتے ہیں اور مالکِ کُل سے ملاپ کرواتے ہیں۔ سائی بابا نے اس دُنیاوی زندگی کے سمندر کو بحُسن وخُوبی پار کیا جو بہت ہی مشکل کام ہے۔ اُن کی بلند اور مقدس رُوحانی تعلیم مذہبوں، ملتوں اور فرقوں کو آپس میں پریم سے رہنے کا آدیش دیتی ہے۔ سائی بابا شرڈی میں اپنی خواہش سے سنت مت کا پرچار کرنے نہیں بلکہ شانتی اور ذہنی سکون عطا کرنے آئے تھے۔ وہ سچے سکون کے مُتلاشی اور دُنیاوی بندشوں سے آزاد تھے۔ بابا رب کے حُصول کے لیے نہ تو زیارت گاہ، نہ فاقہ کشی، نہ شرعی رسموں نہ ہی کسی قسم کا لباس پہنے کی ضرورت سمجھتے تھے۔ اُن کا دل شیشے کی مانند صاف سُتھرا تھا۔ اُن کی زبان سے ہمیشہ امرت ٹپکتا تھا۔ اُن کی نظر میں امیر اور غریب ہمیشہ ایک سمان ہوتے تھے۔ اُنھوں نے امیروں اور غریبوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا۔ اس دُنیا یا اُس دُنیا کی اشیا سے انھیں کوئی لگاؤ نہ تھا۔ وہ ہمیشہ اور ہر لمحہ کھوئے ہوئے نظر آتے تھے۔ اُن کو نہ تو عزت کی ضرورت تھی نہ وہ بے عزتی کی پرواہ کرتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کہے جانے کے حق دار تھے۔ وہ ایک آزادانہ رائے رکھتے تھے اور ہر کسی شخص سے یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ بابا کے ہونٹوں سے ہمیشہ یہ الفاظ نکلتے تھے "اللہ ایک ہے" جب ساری دُنیا سو جاتی تو وہ جاگتے رہتے تھے اور جب ساری دُنیا جاگ رہی ہوتی تو بھی وہ بیدار ہوتے۔ اُن کا باطن گہرے سمندر کی

کے احکام کے مطابق ہندو روزانہ پُران اور دیگر مقدس کتابیں پڑھتے تھے اور مُسلمان قرآن شریف۔

بابا کا مذہب محبت تھا یعنی ایسا مذہب جو خدا کی ساری مخلوق کے لیے موزوں تھا اور جس کی ساری مخلوق قدر کرتی تھی۔ جب انسان اپنی مستی میں یہ سوچ کر کہ اُسے صرف اپنے بیوی بچوں کے لیے دھن کمانا ہے سچے راستے سے ہٹ کر بُری سنگت میں پڑ جائے تو اس وقت ایسے ہی ست پُرش (نیک انسان) اوتار (نبی) پیدا ہوتے ہیں۔ اُس وقت ایسے ہی ست پُرش صحیح راستہ اور روشنی دکھاتے ہیں۔ جب انسان اپنی انسانیت بُھول جاتے ہیں تو اس وقت یہی سنت اور صوفی اپنا پیغام لے کر لوگوں کے دلوں کا میل دھوتے ہیں۔ بابا کا ارشاد تھا کہ بغیر سچی عبادت کے خدا سے ملاپ نہیں ہو سکتا۔ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنے زمانے کے مُرشد کی پناہ لے کر رب کی سچی عبادت میں لگ جائے۔ وہ اکثر کہتے تھے "بن گورو وقت بھگتی نہیں پائے۔ بنا بھگتی ست لوک نہ جاوے" چنانچہ بابا کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ ہم اُن کی اس ہدایت پر عمل کریں کہ "سب کا مالک ایک ہے"

سائی بابا کی شخصیت

سائی کا مطلب ہے سوامی یا مالک اور بابا کا مطلب ہے بزرگ۔ سائی بابا کی شخصیت پُر اثر تھی کہ وہ اپنے بھگتوں کی رکشا کے لیے تشریف لائے تھے۔ ہم میں سے ہر کوئی ہر جاندار خوشی ڈھونڈتا ہے۔ لیکن مکمل خوشی کیسے پائی جا سکتی ہے؟ ہمیں معلوم نہیں۔ زندگی کے مادی نظریہ کے ساتھ ہم ہر قدم پر اپنی تسکینِ قلب یا خوشی پانے کے لیے اُمید باندھتے ہیں کیوں کہ ہمیں کچھ بھی پتا نہیں کہ سچی خوشی حاصل کرنے کا صحیح راستہ کیا ہے۔ بابا نے اس بارے میں مندرجہ ذیل باتیں فرمائیں:-

باب دوم

سائی بابا: خزانۂ مسرّت

مہاتما کی سفارت

شریمد بھگوت گیتا کے چوتھے ادھیائے کے شلوک نمبر 7اور شلوک نمبر 8 میں بھگوان شری کرشن کہتے ہیں:

"جب جب دھرم میں گراوٹ اور ادھرم میں اضافہ ہوتا ہے تب تب میں جنم لیتا ہوں"

"اچھے اور نیک سیرت لوگوں کی سرپرستی کے لیے، بدی کا خاتمہ کرنے کے لیے اور دھرم احیاء نو کے لیے میں ہر یگ میں پیدا ہوتا ہوں"

سائی بابا اُس وقت برِّصغیر میں آئے جب ہندو اور مُسلمان آپس میں بھائی بھائی کی طرح نہیں بلکہ دشمن کی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔ سائی بابا ایسے امام تھے جو تمام مذاہب کی عزّت کرتے تھے۔ وہ فاتحہ پڑھتے تھے اور مسلمانوں سے قرآن سُنتے تھے ہندوؤں سے رام منتر کہتے اور انھیں گیتا سکھاتے تھے۔ ساتھ ہی ان کے مُتعلق یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کا کوئی مذہب یا خاص اصول و فلسفہ نہ تھا۔ وہ ہر مُرید کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔ ان کے لیے مسجد تعمیر کی گئی تھی جس کی طرف رُخ کر کے مسلمان نماز پڑھتے تھے۔ مسجد کے دوسری طرف آگ موجود رہتی تھی جس سے مخاطب ہو کر پارسی اور ہندو عبادت کرتے تھے۔ ان کے اثر میں آکر ان